مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام کی نفیس اور مفصّل بحث

برکاتُ الامام

فی

مسئلۃ الفاتحۃ خلف الامام

تصنیف:

فاضل بے بدیل علامہ عبد الجلیل حنفی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ:

سیّد ظفر علی مہروی کان اللہ لہ

ناشر

مدرسہ غوثیہ مہریہ رجسٹرڈ لودھراں ضلع ملتان

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام کی نفیس اور مفصّل بحث

برکات الامام

فی

مسئلۃ الفاتحۃ خلف الامام

تصنیف:

فاضلِ بے بدیل علامہ عبد الجلیل حنفی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ:

سیّد ظفر علی مہروی کان اللہ لہٗ

ناشر:

مدرسہ غوثیہ مہریہ رجسٹرڈ لودھراں ضلع ملتان

ہدیہ:- -/۳ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاھداء

میں اپنی اس حقیر کوشش کو غوث زماں مظہر شانِ مصطفوی وارثِ علومِ حیدری مجدد قرنِ رابع عشر محبوب الٰہی سیدنا پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کی بارگاہِ عالیہ میں بصد عجز و نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن کی نسبت نے ذرّوں کو آفتاب بنا دیا۔ گم گشتگانِ بادیہ حیرت کو وصال کی لازوال دولت عطا فرما دی جن کے وجودِ مسعود سے مرزائیت و وہابیت کا زور ٹوٹا۔ اس مہرِ ولایت کی کرنیں چاردانگ عالم میں پھیل گئیں اور کروڑوں انسانوں کے لئے نجات کا سامان بہم پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ ان کے انفاس قدسیہ کے طفیل مجھے علوم نافعہ سے بہرہ ور فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ مجھے اور تمام مسلمانوں کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین بحرمتہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم

نہ کلاہ فقر پسندم نہ افسر شاہی
فخرم بس است کہ ہستم گدائے مہر علیؓ

تقریظ

از محدث شہیر استاذ العلماء مست بادۂ الست حضرت علامہ

مولانا مشتاق احمد چشتی دامت برکاتہم نائب مہتمم و صدر مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان

۷۸۶

حامداً و مصلیاً

عزیز القدر حضرت مولانا صاحبزادہ سید ظفر علی مہروی صاحب سلمہ ربہ العزیز ایک علمی اور روحانی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اپنے جد امجد حضرت قبلہ پیر سید امام شاہ صاحب قدس سرہ العزیز سے علمی و روحانی ذوق ورثہ میں پایا ہے۔ صاحبزادہ صاحب صرف اپنے علمی ذوق کی بنا پر لودھراں میں ایک دینی ادارہ "مدرسہ غوثیہ مہریہ" قائم کر چکے ہیں جہاں علوم دینیہ کی تعلیم و ترویج کا کام بطریق احسن جاری ہے۔ احباب کے اصرار پر ایک علمی اور تحقیقی مسئلے پر آپ نے فقہ حنفی کے بہت بڑے فاضل حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب پشاوری مرحوم کی تصنیف سیف المقلدین علی اعناق المنکرین کے ایک باب کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ باب فاتحہ خلف الامام کے مشہور و معروف مسئلے پر قرآن و حدیث اور فقہ و اصول فقہ کی روشنی میں بڑی محنت سے تحریر کیا گیا ہے جیسا کہ صاحبزادہ صاحب موصوف نے "پیش لفظ" میں وضاحت کی ہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلے کو اچھال کر عوام کو پریشان کر رکھا تھا اور سادہ دل عوام کو یہ کہہ کر مایوس کر رہے

سمجھے کہ تمہاری نمازیں ضائع جا رہی ہیں۔ صاحبزادہ صاحب موصوف نے وقت کی اہم ضرورت کو پیش نظر رکھ کر سیف المقلدین کے اس حصے کا ترجمہ کیا ہے جو سورۃ فاتحہ کی قرأت لو کے مسئلہ پر مشتمل تھا۔ صاحبزادہ صاحب موصوف لائق صد تحسین و تبریک ہیں کہ انہوں نے بڑے عام فہم اور سلیس انداز میں اس نفیس علمی تحقیق کو "برکات الامام فی مسئلۃ الفاتحۃ خلف الامام" کے نام سے قوم کے سامنے پیش کیا ہے

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب سلمہ ربہ کی اس علمی خدمت کو اپنی بارگاہ میں مقبول و منظور فرمائے اور سُنّی حنفی مسلمانوں کو اس سے علمی فوائد نصیب فرمائے اور مصنف و مترجم کو اجر عظیم سے مالامال فرمائے۔

ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

کمترین نیاز مند علمائے اہلسنّت فقیر **مشتاق احمد چشتی** غفی عنہ

نائب مہتمم و صدر مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تسنیم التحمید للّٰہ الحی القیوم الذی ھو الغوث والمعین

وکوثر التصلیۃ والتسلیم لمظھرہ الاتم ورسولہ الاکرم

سیدنا محمد خاتم النبیین لآلہ واصحابہ الطیبین الطاھرین۔

اما بعد۔ ابتدائے آفرینش سے حق و باطل برسرِ پیکار رہے ہیں۔ حق کی حفاظت کے لئے اللہ جل مجدہ نے ایسی برگزیدہ ہستیاں ہر دور میں پیدا فرمائیں جن کے وجودِ مسعود سے کھرے کھوٹے میں امتیاز اور باطل کا قلع قمع ہوتا آیا ہے۔ جب عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہرہ ورفعنا لک ذکرک کے مطابق اکناف عالم میں ہونے لگا اور آفتاب نبوت و رسالت کی شعاعیں ہر خطہ میں پھیلنے لگیں تو طاغوتی طاقتوں نے دیکھا کہ اس کا مقابلہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اس دینِ حق کو کمزور کرنے کی خاطر اسلام کا لبادہ نہ اوڑھا جائے چنانچہ چودہ سو سالہ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر یہودیت اور عیسائیت نے کیا رنگ دکھائے یہودیوں اور نصرانیوں کو یقین تھا کہ مسلمان قوم اپنے محبوب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کٹ مرنے والی ہے۔ عظمت و سطوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سنتِ فاروقی پر چلتے ہوئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتی کیونکہ ان کے رگ و ریشہ میں محبت و عشق مختارِ کل صلی اللہ علیہ وسلم موجزن ہے اس لئے انہوں نے بظاہر اسلام تو قبول کر لیا لیکن بباطن اُبی ابن سلول اور ابوجہل رہے اور مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے دلوں سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نکالنے کی ناپاک کوشش کرتے رہے۔

ابتدا میں خروج و رفض کی صورت میں ان فتنوں نے سر اٹھایا پھر اعتزال کی شکل اختیار کی اور بالآخر قرن شیطان نجد میں ظہور پذیر ہوا۔ اور دجالیت کی آگ خرمن اسلام میں لگادی لیکن علماء عرب و عجم کمربستہ ہو گئے اور اس دجالیت کے سیلاب کے آگے مضبوط بند باندھ دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی حفاظت علماء ربانین سے کرائی۔ بمصداق آیت یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ اور منکرین جو اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کی کوشش کرتے تھے خود ملیامیٹ ہو گئے البتہ بموجب محاورہ ملتانی "ڈائن مرگئی ڈندسٹ گئی" کچھ جراثیم موجود رہے یہاں تک کہ ہندوستان میں فرنگی حکومت قائم ہوئی اور عاشقان مصطفٰے نے پوری آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ امام اہل سنت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں فرنگیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور تمام علماء ربانی اس جہاد میں شریک ہوتے دوسری طرف ایسے لوگ فرنگیوں کی گود میں پرورش پانے لگے جو لباس تو اسلام کا پہنتے تھے لیکن اسلام سے ان کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ نصرانیوں نے ایک منصوبہ بندی کے تحت ان کی بڑی چاہت سے پرورش کی تھی اور ان کو یقین آگیا تھا کہ اب یہ لوگ ہمارے عزائم کی کامیابی کے لئے زبردست کام دیں گے چنانچہ پہلے ان سے یہ فتویٰ دلوایا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد جائز نہیں لیکن اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا کیونکہ عاشقان مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے چوراہے میں ان کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ انگریزوں نے پھر پینترا بدلا اور ان لوگوں کی زبان سے یہ دعویٰ کرایا کہ قرآن پاک اور حدیث شریف کافی ہے ان کے ہوتے ہوتے

کسی امام کا قول حتیٰ کہ صحابہ کی بات بھی غیر معتبر ہے اور اپنا نام وہاں سے تبدیل کر کے اہل حدیث رکھ لیا اور انگریز کی سرپرستی میں بڑے زور شور سے اپنے مذموم عقائد کی اشاعت کی۔ کبھی لکھتے کہ نبی پاکؐ کی تعظیم کرنا شرک ہے۔ کبھی لکھتے کہ روضۂ انور ایک بہت بڑا بت ہے (نعوذ باللہ) اس کو گرا دیا جائے۔ کبھی کہتے کہ تمام مسلمان مشرک اور واجب القتل ہیں وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ حدیث کی آڑ میں ان لوگوں نے گلستان اسلام کی معطر اور پاکیزہ فضا میں ایسی بدبو پھیلائی جس کا تذکرہ کرنا اہل محبت کے لئے ناگوار ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علماء اسلام نے علمی میدان میں ان کا ایسا تعاقب کیا کہ ان کے پاس سوا اس بات کے اور کچھ بھی باقی نہ رہا کہ ان کی خرافات کے خلاف جو صحیح حدیثیں پیش کی جائیں تو ضعیف کہہ کر رد کر دیا کرتے۔ علماء حق نے ان کو ایسا دبایا کہ سالوں تک ان کا نام ہی نہ رہا۔ کچھ عرصہ ہوا یہ لوگ پھر اپنی بلوں سے نکل آتے ہیں اور اپنی ناپاک حرکتوں کا اعادہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

اب جبکہ وطن عزیز پاکستان بیرونی خطرات کی شدید زد میں ہے اور وقت کا تقاضا ہے کہ رواداری اور اخوت کے ساتھ ایک دوسرے سے مل جل کر وطن کی حفاظت کرنی چاہیئے لیکن یہ لوگ چونکہ قیام پاکستان کے مخالف تھے اور ابھی تک دل سے اس کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتے اس لئے آئے دن کوئی نہ کوئی نیا شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں جس سے عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری ہوتی ہے۔ سکول اور کالجوں میں معصوم ذہنوں میں فرقہ واریت کا بیج بویا جا رہا ہے اور سراج امت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں نازیبا

اور بازاری الفاظ استعمال کر کے دنیا اسلام کی عظیم اکثریت احناف کثرھم اللہ تعالیٰ وایدھم کے جذبات سے کھیلا جا رہا ہے۔ اگر حکومت نے اس کا نوٹس جلدی نہ لیا تو سنگین نتائج نکلیں گے۔

لودھراں میں اس فرقہ نے کچھ عرصہ سے خصوصی توجہ دی ہوئی ہے اور اپنے ناپاک عقائد کی زور شور سے اشاعت و تبلیغ کر رہے ہیں۔ میرے پاس ہائی سکول کے چند طلبا اور شہر کے کچھ افراد آئے اور مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں دلائل دریافت کئے۔ اور بتایا کہ شہر میں غیر مقلدین نے شور مچایا ہوا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور اس کے نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی احناف چونکہ امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتے اس لئے ان کی نمازیں نہیں ہوتیں اور اسی طرح رفع یدین کے بارے میں بھی گفتگو کرتے ہیں۔

میں نے کتاب و سنت اور آثار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی روشنی میں دونوں مسئلے انہیں سمجھائے اور کہا کہ مذہب حنفی قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔ ان کی خرافات پر کان نہ دھرنے چاہئیں۔

بعد میں میرے ایک مہربان سید حسن شاہ صاحب نے تقاضا کیا کہ فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین کے بارے میں کوئی تحقیقی رسالہ جو اردو میں ہو مجھے دیں ان کی خواہش پر میں نے بڑی جستجو کی مگر کوئی مستقل رسالہ نہ ملا۔ علماء اہلسنت نے اپنی کتابوں میں ان مسائل پر زبردست تحقیق فرمائی ہے۔ اردو میں جاء الحق وغیرہ میں اس کی مفصل بحث ہے میں گھر گیا اپنے جد امجد امام الواصلین قدس سرہ کے کتب خانہ میں مجھے سیف المقلدین علے اعناق المنکرین نامی کتاب دستیاب ہوئی

جو دو جلدوں میں ہے ۔ اس کے جلد دوم کے تیسرے باب میں قرآت خلف الامام کی نفیس تحقیق اور منکرین کے دلائل کا زور دار رد کیا گیا ہے ۔ سیف المنکرین کے مصنف عالم بے بدیل فاضل بے مثیل حضرت علامہ مولانا عبد الجلیل حنفی پشاوری رحمۃ اللہ عنہ ہیں ۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں غیر مقلدین کے تمام مسائل و عقائد کو بڑی کامیابی سے رد کیا ہے اور ساتھ ہی خلفائے راشدین اور آئمہ مجتہدین کے فضائل بالخصوص امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر ہزار ہزار رحمتیں نازل فرمائے ۔ آمین ۔

میں نے سیف المقلدین میں مندرجہ قرآت خلف الامام کی بحث باب سوم کا فارسی سے اردو ترجمہ کیا ہے ۔ یہ میری پہلی کوشش ہے کیونکہ میرا مقصد فقط اصل مسئلہ کی تحقیق عوام تک پہنچانا ہے اس لئے علماء کرام سے میری استدعا ہے کہ اس میں اگر کوئی خامی دیکھیں تو درستی فرما دیں ۔

آخر میں اپنے استاذ مکرم مست بادۂ الست حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد چشتی دامت برکاتہم نائب مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے اس کو ملاحظہ فرمایا اور تقریظ تحریر فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ ان کی فیوضات کو جاری و ساری رکھے ۔ آمین

سگِ درگاہ مہریہ سید ظفر علی مہروی کان اللہ لہ

خادم مدرسہ عربیہ غوثیہ مہریہ رجسٹرڈ لودھراں ضلع ملتان ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تیسرا باب نماز میں فاتحہ پڑھنے کے بیان میں ہے اور تین فصلوں پر مشتمل ہے

پہلی فصل | نماز میں فاتحہ کے وجوب کے اثبات اور اس کی فرضیت کی نفی کے بیان میں۔

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّٰی صلوٰۃ لم یقراء فیھا بامِ القرآن فھی خراج ثلثا غیر تمام۔ (رواہ مسلمؒ والامام مالکؒ وابوداؤد وابن ماجۃ والترمذی والنسائی والطحاوی)

ترجمہ:۔ یعنی جس شخص نے نماز ادا کی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز کاٹی ہوئی ناقص ہے۔ اس لفظ (فھی خراج) کا تین بار تکرار فرمایا۔

(۲) وعن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل صلوٰۃ لا یقراء فیھا بام الکتاب فھی خداجٌ رواہ ابن ماجۃ والطحاوی۔

ترجمہ:۔ یعنی حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی گئی تو وہ ناقص ہے (انتھی)

جاننا چاہیئے کہ لفظ غیر تمام اور لفظ خراج ان ہر دو حدیثوں میں اس بات پر صراحۃً دلالت کرنے والے ہیں کہ نماز بغیر فاتحہ پڑھنے کے ادا ہو جاتی ہے مگر نقص کے ساتھ اور بالکل یہی حکم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب کا ہے۔

اگر فاتحہ کا پڑھنا نماز میں فرض ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لفظ خداج

اور غیر تمام نہ فرماتے جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ فھی باطل یا اس کی مثل ارشاد فرماتے کیونکہ خراج کا معنی لغت میں نقصان ہے جیسا کہ صراح میں ہے۔

وفی الحدیث کل صلوٰۃ لایقرأ فیھا بام الکتاب فھی خداج ای نقصان ومنہ فی حدیث علی مخرج الید ای ناقص الید۔ (انتھی)

اور کل میں نقصان کے ہونے سے کل کی نفی لازم نہیں آتی۔ علاوہ ازیں نماز میں فرضیت تخصیص سورۃ فاتحہ کا قول آیت قرآنی اور احادیث کثیرہ کے خلاف ہے۔

بہر حال آیت:۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔

ترجمہ:۔ یعنی پڑھو تم قرآن سے جو آسان ہو۔

(۱) احادیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان الصلوٰۃ لا یصلح فیھا من کلام الناس انما ھی التسبیح والتکبیر وقراءۃ القرآن۔ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی والطحاوی۔ بالاسانید المتعددۃ۔

ترجمہ:۔ بے شک نماز میں لوگوں کی کلام سے کوئی چیز درست نہیں سوائے اس کے نہیں کہ نماز صرف تسبیح اور تکبیر اور قرآن کا پڑھنا ہے۔

(۲) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا۔ اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن ثم ارکع ۔ رواہ البخاری ومسلم والنسائی والترمذی والطحاوی وابن ماجۃ وابوداؤد۔

ترجمہ:۔ جس وقت کھڑا ہو تو اے نمازی نماز کی طرف تو تکبیر کہہ۔ اس کے بعد پڑھ قرآن سے جو تیرے ساتھ ہے (یعنی یاد ہو) اس چیز کو جو تیرے لئے آسان ہو پھر رکوع کر۔

(۳) نیز ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نادفی المدینة انه لاصلٰوة الا بقرآة ولو بفاتحة الکتاب۔ (رواہ ابوداؤد وابوحنیفة۔

ترجمہ: آواز دے مدینہ میں بدینطور کہ بلاشبہ نماز نہیں مگر قرأت کے ساتھ اگرچہ سورۃ فاتحہ کی ہو۔

(۴) عبداللہ بن الحارث سے روایت ہے اس نے کہا صلیت خلف رھط من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الانصار فذکروا الصلوٰة وقالوا لاصلوٰة الا بقراءة ولو بفاتحة الکتاب۔ (رواہ ابوبکر بن ابی شیبة)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک گروہ کے پیچھے جو انصار سے تھا نماز پڑھی تو انہوں نے نماز کا ذکر کیا اور کہا کہ نماز بغیر قرأت کے نہیں اگرچہ سورۃ فاتحہ کی بھی ہو۔ انتھی

پس یہ آیت کریمہ اور احادیث صحیحہ جو بکثرت ہیں اس بات پر صریح دلالت کرتی ہیں کہ نماز میں مطلق قرآن کا پڑھنا فرض ہے اور فاتحة الکتاب کا بالتخصیص پڑھنا فرض نہیں کیونکہ فاتحہ مطلق قرأت کا ایک فرد ہے۔ پس انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے اور تردد کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہیئے۔

پس وہ جو بخاری و مسلم میں ہے کہ عبادۃ بن صامت روایت کرتے ہیں آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا۔

لاصلوٰة لمن لم یقراء بفاتحة الکتاب۔

ترجمہ:۔ اس شخص کی نماز نہیں جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔ چند وجوہ کے ساتھ

مدفوع ہے۔

وجہ اوّل یہ ہے کہ یہ نفی ذات کی نہیں بلکہ کمال کی نفی ہے جیسا کہ علامہ عینی نے کہا کہ کمال نماز سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کے ساتھ ہے نہ یہ کہ جواز نماز بغیر فاتحہ کے نہیں چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لاصلوٰۃ لجار المسجد الّا فی المسجد

ترجمہ:۔ مسجد کے ہمسایہ کی نماز کامل نہیں مگر مسجد میں۔

ولاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام

ترجمہ:۔ اور نماز کامل نہیں جس وقت کہ طعام حاضر ہو۔

ولاایمان لمن لاعہد لہٗ

ترجمہ:۔ جس کا عہد نہیں اس کا ایمان کامل نہیں۔

اگر ظاہری معنی ان احادیث کے ایسے کئے جائیں کہ مسجد کے ہمسایہ کی گھر میں اور طعام کے حاضر ہونے کے وقت کسی کی نماز جائز نہیں اور خیانت کرنے والے اور عہد توڑنے والے کا ایمان نہیں۔ یعنی کافر ہے تو جماہیر علمائے اہل سنت وجماعت بلکہ تمام اہل اسلام کے عقیدہ کے منافی ہے کیونکہ ان میں سے کوئی اس امر کا قائل نہیں اور محض تمثیلاً اس قدر پر اکتفا کیا گیا ورنہ جامع صغیر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ میں قریباً دو صد اسّی ۲۸۰ احادیث اسی قبیل کی لکھی ہوئی ہیں جہاں ابتدا میں لفظ لا موجود ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیئے کہ لا کس جگہ ذات کی نفی کے واسطے ہے اور کس جگہ صفت کمال کی نفی کے واسطے ہے۔ بہر حال اس پر دلیل کہ لا احادیث مذکورہ میں صفت کمال کی نفی کے لئے ہے نہ ذات کی نفی کے لئے کلمہ خداج اور لفظ غیر تمام ہے جو خاص

آنحضرت علیہ السلام سے اسانید صحیحہ کے ساتھ مروی ہے کافی ہے۔

لہٰذا عبادہ بن صامت کی حدیث سے نماز میں فاتحہ کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

لطیفہ | موافق احادیث لاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام امام اعظم سے منقول ہے۔ فرماتے تھے۔ لان یکون اکلی کلہ صلوٰۃ خیر من ان یکون صلوٰتی کلھا اکلاً۔

ترجمہ:۔ وہ طعام جو میں کھاؤں اور اس تمام کو نماز میں صرف کر دوں ان نمازوں سے بہتر ہے جو طعام کے تصور میں پڑھوں۔ اسی مقام پر کہا گیا۔

اگر مال و زر ہست و زرع و تجارت — چو دل با خدا ایست خلوت نشینی

اور اسی طرح صوفیا میں سے بعض نے موتی پروئے ہیں کہ اگر کوئی شخص وطن میں رہتے ہوئے مکہ کو یاد کرے اس شخص سے بہتر ہے جو مکہ میں ہو اور وطن کو یاد کرتا ہو۔

وجہ دوم | یہ ہے کہ عموم آیت فاقرؤا ما تیسر من القرآن ان احادیث کے معارض ہے یعنی پڑھو قرآن سے وہ جو آسان ہو۔ لہٰذا سورۃ فاتحہ کی تخصیص بفرضِ تسلیم منسوخ ہو گئی اور اس کی فرضیت نہ رہی۔

وجہ سوم | یہ احادیث آحاد ہیں اور احادیث آحاد قطعیت اور فرضیت کے لئے مفید نہیں اور بالفرض اگر قطعیت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس صورت میں یہ حدیثیں آیت مذکورہ کی اور احادیث صحیحہ مرویہ بالا کے مخالف بلکہ ناسخ ہو جائیں گی اور وہ جائز نہیں۔ پس بالضرور مفید وجوب ہیں چنانچہ ملا علی قاری نے امام الحرمین کے جواب میں جو رسالہ لکھا ہے اس میں لائے ہیں۔

واما قوله علیه السلام لاصلوٰة الابفاتحة الكتاب فمحمول على الوجوب لانه خبر الواحد وهو موجب للعمل دون العلم فلا يثبت به الفرضية والنفي قد يراد به الكمال كما في قوله عليه السلام لاصلوٰة لجار المسجد وكماروی لاصلوٰة للعبد الآبق۔ انتهى كلامه۔

ترجمہ:۔ اور بہر حال نبی علیہ السلام کا قول لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب تو وجوب پر محمول ہے کیونکہ وہ خبر واحد ہے اور وہ موجب عمل ہوتی ہے نہ موجب علم۔ پس اس کے ساتھ فرضیت ثابت نہ ہوگی اور کبھی نفی سے کمال کی نفی مراد ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام کے فرمان " لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد" میں ہے اور جیساکہ روایت کیا گیا لاصلوٰۃ للعبد الآبق۔ حوالہ ختم ہوا۔

اور یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ فاین المفر من مذهبه والمقر (اس سے بچنا محال ہے)

وجہ چہارم حرف لا جو حدیث مذکور میں ہے اسم اور خبر کا مقتضی ہے چنانچہ ماہرین علوم عربیہ پر مخفی نہیں ہے تو اس کا اسم لفظ صلوٰۃ ہے اور خبر کو آنحضرت علیہ السلام نے ذکر نہیں فرمایا تو بالضرور احادیث مذکورہ مؤول اور محتمل اور خبر کو متضمن ہوں گی مثل لفظ کاملۃ یا جائزۃ۔

اور اگر وہ خبر لفظ جائزۃ فرض کی جائے تو حدیث کا معنی اس طرح ہوگا کہ نماز بغیر فاتحہ کے جائز نہیں اور اگر لفظ کاملۃ فرض کی جائے تو معنی اس طرح ہوگا کہ نماز بغیر فاتحہ کے کامل نہیں۔ پھر احادیث صحیحہ مذکورہ بالا اور آیت شریفہ نے دلالت

کی کہ لا کی خبر کلمہ کاملۃ ہے نہ جائزۃ"۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لا کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تو ضرور عبادہ بن صامت کی احادیث موول ہوں گی اور بالذات کسی چیز پر دلالت کرنے والی نہیں بلکہ ان دلائل کے تابع ہوں گی جو اس باب میں زیادہ قوی ہوں گے پس ناچار آیت شریفہ اور احادیث محررہ بالا کے تابع ہوں گی کیونکہ صحیح ترین اس باب میں یہی حدیثیں ہیں اور بس۔

وجہ پنجم | بعینہ یہی حدیث عبادہ بن صامت رضی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ لا کی خبر خاص کاملۃ ہے نہ غیر۔ کیونکہ الفاظ اس حدیث کے بالتمام یہ ہیں۔ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً (رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وغیرہم۔ یعنی اس کی نماز کامل نہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی یا زیادہ کو فاتحہ سے۔

اور اسی طرح ابوسعید کی حدیث ہے کہ انہوں نے کہا آں سرور علیہ السلام نے فرمایا۔ مِفتَاحُ الصَّلوٰۃِ الطُّهُورُ وَتَحرِیمُهَا التَّکبِیرُ وَتَحلِیلُهَا التَّسلِیمُ وَلَا صَلوٰۃَ لِمَن لَم یَقرَأ بِالحَمدُ وَسُورَۃٍ فِی فَرِیضَۃٍ وَغَیرِهَا رواہ الترمذی۔

ترجمہ:۔ نماز کی چابی طہارت ہے اور نماز میں اشیا کو حرام کرنے والی تکبیر (تکبیر اولیٰ) ہے اور نماز سے باہر کرنے والا اسلام ہے اور نہیں کامل نماز اس شخص کی جس نے الحمد اور کوئی ایک سورۃ فرض نماز اور غیر فرض نماز میں نہ پڑھی۔

ان احادیث کی اس بات پر دلالت کرنے کی وجہ کہ لا کی خبر ان دو حدیثوں میں کلمہ کاملۃ ہے نہ کہ جائزۃ اکثر امت کا اجماع ہے کیوں کہ یہاں خبر کے لئے

لفظ جائزۃ مقدر کیا جائے تو معنی ہر دو حدیثوں کا اس طرح ہوگا کہ جب تک سورۃ فاتحہ اور قدرے قرآن نماز میں پڑھا نہ جائے تو وہ نماز جائز نہ ہوگی اور یہ معنی بالاتفاق باطل ہے کیونکہ فاتحہ کے ساتھ سورۃ کا ملانا کسی مذہب میں بھی فرض نہیں ہے۔ لہٰذا تمام الفاظ حدیث عبادہ بن صامت اور حدیث ابوسعید کے دلالت کرتے ہیں کہ لا کی خبر کاملۃ ہے نہ جائزۃ۔ پس خود عبادہ بن صامت اور ابوسعید کی احادیث و آیت مذکورہ اور احادیث مسطورہ بالا سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ مطلق قرآن کا پڑھنا نماز میں فرض ہے فاتحہ کی کوئی تخصیص اور تعین نہیں اور یہی مطلوب ہے اور آئمہ دین کا مذہب ہے کہ بعض ان میں سے امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام احمد بن حنبل و حسن بصری، ابراہیم نخعی، عامر شعبی اور سعید بن المسیب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

اور علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ ایک آیت قرآن شریف کی جہاں کہیں سے بھی ہو کافی ہے۔ انتھی واللہ اعلم۔

دوسری فصل اس بیان میں کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں

جاننا چاہیئے کہ مطلق قرأت کا پڑھنا الحمد ہو یا غیر مقتدی کے لئے امام کے پیچھے مطلق ممنوع ہے۔ نماز جہری ہو یا سری اور یہی مذہب مقتدائے عالم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اللھم احشرنا فی زمرتہ وادخلنا فی اتباعہ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس باب میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ جیسے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ مخالفین میں سے کسی کے پاس نہیں ہیں اور وہ دلائل چند وجوہ پر ہیں مگر ان کے بیان سے پہلے ایک قاعدہ کلیہ کی پہچان ضروری ہے۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قرآن شریف خاص ہو یا عام، احکام دینیہ کے اخذ کرنے کے باب میں حدیث شریف ہر دو وجہ سے اصل مقدم ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ قرآن شریف قطعی النظم ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کے زمانہ سے لکھا ہوا اور بالاتفاق ہر زمانہ میں نقل متواتر کے ساتھ منقول ہے۔ الفاظ و معانی کے تغیر و تبدل اور زیادت و نقصان کے احتمال سے محفوظ ہے بخلاف حدیث شریف کے کیونکہ آنحضرت علیہ السلام کے زمانہ میں نہ وہ لکھی گئی اور نہ نقل متواتر کے ساتھ منقول ہوئی اور اکثر احادیث احاد ہیں مگر بعض اور وہ قرآن مجید کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی بلکہ سند حدیث کے رجال جس قدر زیادہ ہوں گے اسی قدر خطا کا جواز و احتمال ان میں زیادہ ہوگا جیساکہ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تصریح کی ہے شرح نخبۃ الفکر میں کہا۔ "ما من راوٍ من رجال الاسناد الا والخطاء جائز علیہ وکلما کثر الوسائط وطال السند کثرت مظان التجویز وکلما قلت قلت۔"

ترجمہ:۔ "رجال اسناد میں سے ہر ایک راوی میں خطا جائز ہے۔ جب واسطے زیادہ ہوں اور حدیث کی سند دراز ہو جائے تو خطا کا گمان بھی زیادہ ہوگا اور جب واسطے کم ہوں تو خطا کا گمان بھی کم ہوگا۔" لہٰذا ہر حدیث کا حال یہ ہے کہ جس قدر حدیث کی سند متعدد ہوگی، اسی قدر اس حدیث کے الفاظ بھی متعدد اور باہم متغیر ہوں گے جیساکہ ماہرین فن پر پوشیدہ نہیں اور یہ وجہ عقلی ہے۔

دوسری وجہ نقلی ہے اور وہ بھی قرآن اور حدیث کے ساتھ ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔

ترجمہ:۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

رسول کی اطاعت پر خدا کی اطاعت مقدم اور پہلے ہے کیونکہ وہ توحید و رسالت کے اقرار کا باعث ہے۔ نیز خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ۔

ترجمہ:۔ مومن مرد اور مومنہ عورت کو اپنے امر میں اختیار نہیں ہے جب اللہ اور اس کا رسول حکم فرماوے۔

پس ان دو آیتوں سے ظاہر ہو گیا کہ خدا کی اطاعت جو اس کے کلام کی اطاعت سے عبارت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر مقدم ہے جو ان کی احادیث کی اطاعت سے عبارت ہے۔

حدیث عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض بک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاجتھد برائی ولا آلو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ بما یرضی بہ رسولہ رواہ الترمذی والدارمی وابو داؤد۔

ترجمہ :- معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جس وقت انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تو فرمایا! تو کس طرح فیصلہ کرے گا جب قضا تیرے پیش ہو؟ معاذ نے کہا کہ پہلے فیصلہ قرآن کے ساتھ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہاں نہ پائے تو؟ معاذ نے کہا کہ اپنے رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

نیز توضیح کے فصل نسخ، تفسیر احمدی کے خطبہ اور تفسیر کبیر کے جلد ثالث میں مرقوم ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی لکم حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ وان خالفہ فردوہ۔

ترجمہ :- میرے بعد بہت سی احادیث تم سے روایت کی جائیں گی تو ان کو کلام اللہ پر پیش کرو۔ اگر اس کے موافق پاؤ تو ان کو قبول کرو اور اگر مخالف پاؤ تو اس کو رد کر دو۔

یہ ہر دو حدیثیں کلام اللہ کے مقدم ہونے پر صراحتہً ناطق ہیں۔

نیز جاننا چاہیئے کہ ہر وہ حدیث صحیح جو نص قرآنی کے موافق ہو اس حدیث پر جو بظاہر نص قرآنی کے معارض ہو مقدم اور اولیٰ ہے۔ وہ مخالف اگر کوئی تاویل قبول کرے تو تاویل کی جائے گی ورنہ متروک العمل ہو گی۔ جب اس مقدمہ پر

واقفیت ہوگئی تو بدل وجان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل بالتفصیل اس باب میں سننا چاہیئے۔

قرأت خلف الامام کے ترک پر پہلی دلیل

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

ترجمہ:- جس وقت قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور چپ ہو جاؤ تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا:- اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰی اَنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِی الصَّلٰوۃِ ۔ رواہ البیہقی وابن الہمام فی الفتح والملا علی القاری فی شرح الموطا۔

ترجمہ:- تمام امت مرحومہ نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

مستند اور قابل اعتبار قول یہ ہے کہ یہ آیت خاص قرأتِ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے چنانچہ تفسیر عماد بن کثیر میں مرقوم ہے۔ قال علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس قولہ واذا قری القرآن یعنی فی الصلوۃ المفروضۃ۔

ترجمہ:- ابن عباس سے روایت ہے کہ آیت واذا قری القرآن کا حکم نمازِ مفروضہ میں ہے۔

امام بغوی شافعی المذہب استاد صاحب مشکوۃ نے تفسیر معالم التنزیل میں اس قول کو قول فیصل قرار دیا ہے کہ ہمارے زمانہ کے مخالفین کی ناک جڑ سے کاٹی گئی ہے۔

یعنی اس آیت کے اول میں لکھتے ہیں۔ ذھب جماعة الی انھا فی القراءۃ فی الصلوٰۃ۔

ترجمہ:۔ یعنی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ آیت قرأت نماز کے بارے میں ہے۔

اس کے بعد دوسروں کے اقوال نقل کرکے آخر میں اس کا فیصلہ اس طرح کرتے ہیں۔ والاول اولاھا وھو انھا فی القراءۃ فی الصلوٰۃ۔

ترجمہ:۔ قول اول بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ آیت نماز کی قرأت کے بارے میں وارد ہے۔

اے برادران اسلام! صاحب تفسیر نے باوجود اپنے مذہب کے مخالف ہونے کے حق کو اس طرح بیان کیا کہ تم نے سنا اور دیکھا۔ مگر تعصب اور بے دینی ہمارے زمانہ کے منکرین کی اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ اول و آخر کو صاحب تفسیر کے فیصلہ سے قلم انداز کرکے مردانہ وار اپنے رسالوں میں کمال تلبیس سے جو ان کی عادت ہے لکھتے ہیں کہ دیکھو بغوی نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ یہ آیت خطبہ یا نماز میں کلام کرنے کے بارے میں نازل ہوتی ہے اس سے زیادہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد اور کیا لکھا جائے کیونکہ ان کے مذہب کی سچائی ان کے قول و تحریر کی سچائی سے ظاہر ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر درمنثور میں کہا۔ اخرج عبد بن حمید والبیھقی فی القراءۃ عن ابی العالیۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلّی باصحابہ فقرأ قرأ اصحابہ فنزلت

هذہ الآیۃ فسکت القوم وقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ عبد بن حمید اور بیہقی نے قرأت کے باب میں ابو العالیہ سے روایت کی کہ جب آنحضرت علیہ السلام صحابہ کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے تو قرأت کرتے صحابہ بھی قرأت کرتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لوگ اس کے سبب قرأت سے چپ ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کرتے تھے۔

زرقانی شرح موطا میں قاضی عبد البر سے روایت کرتے ہیں۔ اجمعوا علی انہ لم یرد بہ کل موضع یستمع فیہ القرآن وانما اراد الصلوٰۃ ویشھد لہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الامام واذا قرأ فانصتوا صححہ ابن حنبل فاین المذھب عن السنۃ وظاھر القرآن۔

ترجمہ:۔ اس پر تمام کا اجماع ہے کہ اس آیت سے مراد ہر وہ مقام نہیں جہاں قرآن سنا جائے اور سوا اس کے نہیں کہ صرف نماز مراد ہے اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول شاہد ہے امام کی شان میں یعنی جس وقت امام قرأت کرتے تو خاموش ہو جاؤ۔ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے پس اس حدیث اور ظاہر قرآن سے بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔

اعتراض اس آیت موصوف کے ساتھ استدلال کرتے وقت حنیفوں پر اعتراض کے طور پر بعض بد مذہب کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے امام کے قرأت شروع کرنے کے بعد پہنچا۔ احناف کے مذہب کے موافق اگر نیت اور تحریمہ میں مشغول ہو تو اس پر ترک استماع و انصات لازم آئے گا۔ آیت کریمہ کے بموجب ان کے نزدیک وہ دونوں اس پر لازم ہیں اور اگر نیت و تحریمہ میں مشغول نہ ہو تو اس

سے رکعت فوت ہو جائے گی۔

جواب یہ اعتراض مدفوع ہے کیونکہ آیت نماز کے حق میں خالص ہے جیسا کہ تم نے جانا۔ نیز حنفیوں کے نزدیک تلفظ لسانی تحریمہ کے لئے شرط نہیں بلکہ دل کا ارادہ کافی ہے۔

اس آیت کے ساتھ استدلال کی تفصیل یہ ہے کہ تمام کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ تعدد الفاظ معانی کے متعدد ہونے پر عموماً دلالت کرتے ہیں اور بالخصوص کلام ربانی میں کیونکہ ہر ایک کا نقطہ حکمت اور فوائد سے پر ہے۔ زوائد وحشو کی اس میں مجال نہیں اور اس کے ہر لفظ سے نیا فائدہ پیدا ہوتا ہے لہذا اس مقام میں کہتے ہیں کہ کلمہ وانصتوا کا وہ فائدہ ہے جو لفظ فاستمعوا سے مستفاد نہیں۔ وگرنہ کلام الٰہی میں حشو لازم آئیگا لہذا یہ آیت سورۃ فاتحہ پڑھنے سے مطلقاً مقتدی کو منع کرتی ہے۔ نماز جہری ہو یا سری کیونکہ اس آیت سے دو غرض مطلوب ہیں۔ ایک غور سے سننا اور کان لگانا اور دوسرا چپ کرنا اور عمل دونوں پر واجب ہے۔ مگر سننا نماز جہریہ کے ساتھ خاص ہے اور خاموش ہونا عام ہے۔ سری اور جہری دونوں کو شامل ہے۔ لہذا ہر نماز میں مقتدی کا خاموش رہنا واجب ہے۔ عموماً امام کی قرأت کے وقت بحکم اذا شرطیہ کے۔ پھر اگر قرأت ممکن السماع ہو جیسا کہ جہری نماز میں تو اس صورت میں سننا اور چپ کرنا دونوں واجب ہیں اور اگر سننا ممکن نہ ہو جیسا کہ سری نماز میں تو فقط چپ کرنا واجب ہے نہ سننا۔ بہر صورت مقتدی کے لئے چپ رہنا ہر حال میں لازم ہے اور سننا جہر کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا

فان المطلوب من هذه الآية امران الاستماع والانصات فيعمل

بکل منھما والاول یختص بالجہریۃ والثانی لایجری علی

اطلاقہ فیجب السکوت عند القرأۃ مطلقاً۔

ترجمہ:۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مقتدی کا چپ کرنا بھی اس کے سُننے کی طرح امام کے جہر کے وقت کے ساتھ خاص ہے۔

چند مفاسد عظیمہ کا موجب ہے۔

۱۔ کلمہ اذا قرئ کے عموم کو باطل کرنا جو عام ہے نماز جہری اور سری دونوں کی قرأت کو شامل ہے اور اگر شارع کی مراد اس طرح ہوتی جیسا کہ کہا گیا تو اس صورت میں ارشاد اس طرح ہوتا و اذا جہر القرآن یعنی جس وقت قرآن کا جہر کیا جائے۔

۲۔ حشو کا لازم ہونا جو فصحا کی کلام میں لغو کلام کی طرح ہے اور وہ لفظ انصتوا ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا مطلوب مقتدی کا مطلق انصات نہ ہوتا بلکہ خاص وقت جہر میں تو اس صورت میں لفظ فاستمعوا لہ بغیر وانصتوا کے کفایت کرتا کیونکہ سننا مع القرآت جیسا کہ مناسب ہے کسی سے متصور نہیں اور امر الٰہی حق سماع کا تقاضا کرنے والا ہے نہ نفس آواز کا جیسا کہ صاحب فہم و تقویٰ پر مخفی نہیں۔

۳۔ اصل مشہور سے مخالفت کہ تعدد الالفاظ دل علی تعدد المعانی، الفاظ کا متعدد ہونا معانی کے متعدد ہونے پر دلالت کرتا ہے اسی لئے بعینہ اس مضمون قرآنی کو اختصار کے ساتھ آنحضرت علیہ السلام اپنے کلام ہدایت نظام میں بیان فرماتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّما

جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قراء فانصتوا۔

رواہ النسائی وابن ماجۃ وابوداؤد ومسلم وقال فی صحیحہ ھذا حدیث صحیح۔

ترجمہ:۔ آں سرور علیہ السلام نے فرمایا۔ امام مقرر کیا گیا ہے صرف اس واسطے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ پس جب تکبیر کہے امام تو تکبیر کہو تم اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ حالت جہر ہو یا اخفا۔

اور ابن ماجہ میں ہے۔ عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قراء الامام فانصتوا۔

خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ جس وقت قرآت پائی گئی اور وہ شرط ہے بموجب اذا شرطیہ کے تو انصات وجوباً ضروری ہے کیونکہ وہ جزا ہے اور وجوب کی قید امر کے صیغہ سے یعنی فانصتوا سے مستفاد ہے جس پر کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناطق ہیں۔ چنانچہ امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔

سوال:۔ اگر کوئی شخص واحدی کے قول کے موافق کہے کہ امام کے سکتہ کے وقت مقتدی کو لازم ہے کہ قرآت کرے تو اس صورت میں آیت اذا قری القرآن کی کچھ مخالفت لازم نہیں آئے گی اور عبادہ بن صامت کی حدیث پر عمل ہو جائے گا۔

جواب | میں کہتا ہوں کہ امام فخر الدین رازی شافعی المذہب نے تفسیر کبیر جلد رابع میں اس کا جواب یوں دیا ہے۔ ولقائل ان یقول سکوت الامام اما ان تقول انہ من الواجبات اولیس من الواجبات والاول

باطل بالاجماع والثانی یقتضی ان یجوزله ان لایسکت فبتقدیر

ان لایسکت یلزم ان تحصل قراءة الماموم مع قراءة الامام

وتلک تفضی الی ترک الاستماع والی ترک السکوت عند

قراءة الامام وذلک علی خلاف النص۔

جواب دینے والے کو اس اعتراض سے حق پہنچتا ہے کہ کہے امام کا سکتہ دو حال سے خالی نہیں۔ واجب ہوگا یا غیر واجب۔ پہلی صورت بالاتفاق باطل ہے (کیونکہ کوئی اس کا قائل نہیں) اور دوسری صورت یعنی سکتہ کے واجب نہ ہونے میں امام کے لئے جائز ہے جو سکتہ نہ کرے۔ پس اگر مقتدی پر قرآت کو لازم جانیں تو بتقدیر ایں صورت مقتدی کی قرآت امام کے ساتھ لازم آتے گی اور یہ ترک استماع وسکوت کو مستلزم ہے اور یہ نص قرآنی کے خلاف ہے اور جب سکتہ امام کے واجب نہ ہونے کی صورت میں مقتدی سے قرآت کا واجب ہونا رفع ہوگیا تو معلوم ہوا کہ باقی صورتوں میں بھی واجب نہیں۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔ فثبت ان ھذا سوال الذی اورده الواحدی

غیر جائز۔ پس ثابت ہوا کہ بے شک وہ سوال جو واحدی نے وارد کیا درست

نہیں۔ (حوالہ ختم ہوا۔

فائدہ علامہ شیخ احمد الطحطاوی حنفی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پر اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

والاصح انه (المقتدی) یاتی الثناء الا اذا اخذ الامام

فی القراءة ولو سریة لاطلاق النص فهو قوله تعالٰی واذا قرئ القرآن

فاستمعوا له۔ جیسا کہ اس کتاب مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۶۷ پر مرقوم ہے

اور زیادہ صحیح ہے کہ مقتدی ثناء پڑھے مگر جب امام قرأت شروع کرے اگرچہ سری ہو بوجہ نص کے مطلق ہونے کے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان واذا قرئ القرآن ہے۔

چنانچہ بعض لوگ کتب فقہ سے امام کی قرأت کے وقت ثناء پڑھنے کے بارے میں جو خدشہ پیش کرتے ہیں وہ لفظ اصح سے رفع ہو جاتا ہے۔

قرأت خلف الامام کے ترک پر دوسری دلیل

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوٰۃ جھر فیھا بالقراءۃ فقال ھل قراء معی منکم احد آنفا فقال رجل نعم انا یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتھی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یجھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. رواہ الامام مالک والامام محمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ والنسائی والطحاوی وغیرھم۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ تحقیق آنحضرت علیہ السلام اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں قرأت جہر کے ساتھ پڑھی تو فرمایا! تم میں سے کس نے اب میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک آدمی نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! میں نے

پڑھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کیا ہے جو نزاع کیا جاتا ہوں میں قرآن میں۔ راوی کہتا ہے کہ لوگ جہری نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآت کرنے سے رک گئے۔ جب انہوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

علامہ زرقانی نے اس حدیث کی شرح میں کہا۔ قال ابو عبد الملک ای اذا جهرت بالقراءة فان قراءتم وراءی فكانما تنازعونی فی القرآن الذی اقرأ ولکن انصتوا وقال الباجی معنی منازعتهم له ان یفردوه بالقراءة ویقرؤا معه۔

جس وقت میں قرآت کے ساتھ جہر کروں تو اگر تم میرے پیچھے پڑھو تو گویا کہ تم میرے ساتھ اس قرآن میں تنازعہ کرتے ہو جس کو میں پڑھتا ہوں لیکن خاموش ہو جاؤ اور باجی نے کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی منازعت کا معنی یہ ہے کہ تنہا ان کو قرآن پڑھنے نہیں دیتے اور ان کے ساتھ خود پڑھتے ہیں۔

نیز اسی جگہ ہے۔ وعموم الحدیث یقتضی ان لا یجوز القراءة مع الامام اذا جهر بام القرآن ولا غیرها۔ انتهی کلام الزرقانی۔

حدیث کا عام ہونا اس کا مقتضی ہے کہ جہر کے وقت امام کے ساتھ قرآت کرنا جائز نہ ہو سورۃ فاتحہ ہو یا اس کے سوا۔ (زرقانی کا کلام ختم ہوا)

شیخ ابن تیمیہ سے منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام احمد و امام مالک اور تمام خلف و سلف کا یہی مذہب ہے اور عینی نے شرح بخاری میں کہا کہ جمہور اہل علم

کا یہی مذہب ہے بعض ان میں سے امام ابوحنیفہ امام ابویوسف، امام محمد، امام مالک، امام احمد اور فقہائی شام وحجاز وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

حدیث کا نکات کا بیان

مؤلف افقر العباد مسلمان بھائیوں کے لئے صاف اعتقاد ظاہر کرتا ہے کہ حدیث کے فقرہ فقال رجل نعم انا یارسول اللہ میں ایک غریب نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام صحابہ میں سے تنہا ایک شخص نے عرض کی کہ نعم انا اور نہ کہا فقالو انعم نحن یارسول اللہ۔ پس یہ حدیث اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کہ سوائے اس ایک شخص کے صحابہ میں سے کوئی بھی اس امر کا قائل نہیں۔

حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں بھی یہ نکتہ ظاہر ہے کہ ابوہریرہؓ سے کہا گیا۔ انا نکون وراء الامام جمع کے صیغہ کے ساتھ وہ تمام بھی قرآت خلف الامام کے قائل نہیں تھے ورنہ انا نکون میں جمع کا صیغہ لانا لغو ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ کے قول اقراء بھا فی نفسک کا جواب یہ ہے کہ نفس میں پڑھنے سے مراد قرأت کی طرف دل کی توجہ اور فکر ہے۔ بغیر زبان کے ساتھ پڑھنے کے جیسا کہ علامہ زرقانی نے نقل کیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ انتہائی وجیہ ہے ورنہ ابوہریرہؓ کا جمہور صحابہ سے مخالف ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ اگر اقراء بھا فی نفسک سے قرأت سریہ مراد لیں جیسا کہ منکرین کا مذہب ہے تو اس سے مراد عام قرأت ہوگی سری نماز ہو یا جہری، حالانکہ اس سے پہلے ابوہریرہ کی روایت گزری۔

فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم

فیما یجہر فیہ بالقراءۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب جہری نماز میں مخالف کا استدلال مضبوط نہ ہو کیونکہ اس کے راوی بھی ابوہریرہ ہیں تو اس کا یہ استدلال بھی درست نہیں ہے اور بفرض تسلیم اگر ابوہریرہ کی غرض یہی ہو جو مدعی کہتا ہے تو ہم کہیں گے ہمارے لئے صحابہ کے جم غفیر کی اتباع ضروری ہے نہ تنہا۔ ابوہریرہ کی اتباع باوجود اس کے کہ وہ فقیہ بھی نہیں ہیں علاوہ ازیں آیت اذا قرئ القرآن اور احادیث گزشتہ وآئندہ اور جمہور صحابہ کے بھی مخالف ہے۔

بعض متعصبین اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں کہ وہ شخص بہ آواز بلند پڑھتا تھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآت میں التباس واشتباہ پڑا یہ دو بڑی خرابیوں کا موجب ہے۔

(۱) **حدیث میں تحریف** کیونکہ فقرہ فانتھی الناس عن القراءۃ اس بددین اور متعصب کی تحریف پر دال ہے۔

(۲) **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاذ اللہ معتوہ ہونیکا لزوم** کیونکہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے جہر سے تشابہ پڑا۔ اول تو اس شخص کو آواز سے پہچانتے پھر فرماتے لاتفعل کذلک اور بالفرض اگر نہ پہچانتے تو اس طرح ارشاد فرماتے من قرأ معی منکم آنفا یا ایکم القاری آنفا کیونکہ مذکورہ صورت میں قرآت کے تعین سے سوال عند العقلاء بلکہ عند الجہلا بھی درکار ہے نہ کہ ثبوت قرآت کیونکہ وہ تو خود سنی تھی اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تشابہ بالقرآن کا باعث ہوئی۔ بلکہ تفتیش کی بھی ضرورت نہ تھی۔ صرف اس قدر ارشاد کافی تھا کہ امام کی قرأت کے وقت تم آہستہ پڑھو۔ کما لا یخفی علی الجاہل الغافل فضلاً عن الفاضل العاقل۔

نکتہ حدیث شریف میں دو نکتے اور بھی ہیں۔

اول یہ ہے کہ اگر امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ پڑھنا فرض ہوتا تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قرأت کا مکمل علم ہوتا اور آپ ہرگز نہ فرماتے ھل قراء معی احد منکم بلکہ اس کی فرضیت کی صورت میں اگر ان سے کسی کے نہ پڑھنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گمان ہوتا تو معاملہ برعکس ہوتا کہ من منکم لم یقرأ او ترک الفرض یعنی تم میں سے کس نے نہیں پڑھا یا فرض کو ترک کر دیا۔

دوم۔ اول یہ کہ اگر بالفرض قرأت خلف الامام فرض تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عتاب کے ساتھ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ اس کا پڑھنا منسوخ ہو گیا کیونکہ آنحضرت علیہ السلام کا عتاب فعل منسوخ پر چاہیئے نہ فعل مفروض پر جیسا کہ تمام صحابہ نے اس پر عمل فرمایا اور امام کے پیچھے پڑھنے سے رک گئے۔ چنانچہ فقرہ فانتھی الناس سے ظاہر ہے۔

نیز ابن ماجہ و سنن نسائی نے مقتدی کو مطلقاً قرأت خلف الامام سے منع کرنے کے بارے میں ایک ایک باب بایں الفاظ منعقد کیا ہے باب اذا قرأ الامام فانصتوا اور ان دو حدیثوں کو متعدد صحیح سندوں کے ساتھ وہاں روایت کیا ہے فرقہ ظاہریہ کو چاہیئے کہ ان ہر دو ابواب کو کسی حیلہ کے ساتھ جو ان کا مذہب ہے باہر

نکال دیں۔

حدیث اوّل عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا۔

یعنی جس وقت امام قرأت کرے تو خاموش ہو جاؤ۔ اور امام کی قرأت عام ہے اس سے کہ نماز سری ہو یا جہری۔

حدیث دوم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا الحدیث۔

جب اس کو تو نے اچھی طرح پہچان لیا تو نسائی میں حزام بن حکیم نافع بن محمود بن ربیع سے اور وہ عبادہ بن صامت رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا

صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض الصلوات التی یجہر فیھا القرأۃ فقال لا یقرأ احد منکم اذا جہرت بالقرأۃ الا بام الکتاب۔

یعنی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی بعض ان نمازوں میں سے جن میں قرأت کا جہر کیا جاتا ہے تو فرمایا کہ چاہیے تم میں سے کوئی شخص نہ پڑھے جس وقت میں قرأت کا جہر کروں مگر سورۃ فاتحہ کو۔

نیز ابوداؤد وغیرہ مکحول سے روایت کرتے ہیں اور وہ نافع بن محمود بن ربیع سے کہ انہوں نے کہا۔

ابطأ عبادۃ عن صلوۃ الصبح فاقام ابو نعیم ان المؤذن الصلوۃ فصلی ابو نعیم بالناس واقبل عبادۃ وانا معہ حتی صففنا خلف ابی

ابی نعیم و ابو نعیم یجہر بالقراءۃ فجعل عبادۃ یقرأ بام القرآن

فلما انصرف قلت لعبادۃ سمعت تقرأ بام القرآن و ابو نعیم یجہر

قال اجل صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض الصلوات

التی یجہر فیہا القراءۃ فالبست علیہ القراءۃ فلما انصرف

اقبل علینا بوجہہ فقال تقرؤن اذا جہرت بالقراءۃ فقال

بعضنا انا نصنع قال فلا و اقول مالی ینازعنی القرآن فلا تقرؤا

بشئ من القرآن الا بام القرآن۔

ترجمہ: عبادہ نے نماز صبح کی طرف آنے میں تاخیر کی تو ابو نعیم موذن نے اقامت کہی اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور عبادہ آئے۔ اس حال میں کہ میں ان کے ساتھ تھا حتی کہ ہم نے صف بنائی ابو نعیم کے پیچھے ابو نعیم قرات کے ساتھ جہر کر رہے تھے تو عبادہ نے سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کی جس وقت نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عبادہ سے کہا۔ میں نے سنا کہ تو فاتحہ پڑھ رہا تھا حالانکہ ابو نعیم جہر کر رہا تھا۔ عبادہ نے کہا کہ ہاں! ہمیں آنحضرت علیہ السلام نے بعض ان نمازوں میں سے جن میں جہر کیا جاتا ہے نماز پڑھائی تو آپ پر قرات متشابہ ہو گئی جس وقت نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا۔ جب میں قرات کے ساتھ جہر کرتا ہوں تو تم پڑھتے ہو؟ کسی نے ہم سے عرض کیا کہ بے شک ہم پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ اور میں کہتا ہوں کہ مجھے کیا ہے کہ قرآن متشابہ ہوا پس سورۃ فاتحہ کے سوا کوئی چیز نہ پڑھو۔ انتھی۔

جواب:۔ دونوں حدیثیں تین وجہ سے مدفوع ہیں۔

وجہ اوّل نافع مذکور مجہول شخص ہے چنانچہ علامہ عسقلانی شافعی تقریب میں اور علامہ زیلعی لکھتے ہیں۔

قد ضعفه جماعة منهم احمد بن حنبل۔ انتہی۔

یعنی تحقیق اس حدیث کو ایک جماعت نے ضعیف کیا ہے جن میں احمد بن حنبل بھی ہیں لہذا نافع کی حدیث محدثین کے نزدیک مردود ہوئی کیونکہ حدیث مردود کی ایک قسم راوی کا مجہول ہونا ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مسطور ہے۔

وجہ دوم یہ ہے یحیٰی ابن معین بخاری و مسلم وغیرہ کے استاد لکھتے ہیں کہ جملہ استثنائیہ یعنی الا بام الکتاب صحیح نہیں ہے۔

وجہ سوم یہ ہے کہ اس فصل کی ابتدا میں گزرا ہے کہ کلام ربانی اور احادیث صحیحہ جو کلام ربانی کے موافق ہوں ان احادیث پر مقدم ہوں گی جو ایسی نہ ہوں اور ان ہر دو حدیثوں کا اور محمد بن اسحاق بن یسار کی حدیث کا جو ترمذی میں ہے آیت فاذا قری القرآن سے عموماً اور بالخصوص نماز جہریہ میں مخالف ہونا اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے۔ انصات تو کیا اس صورت میں استماع بھی متروک ہو جاتا ہے اور ان وجوہ سے قطع نظر میں کہتا ہوں کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا اس سے پہلے ثابت تھا مگر حدیث فانتہی الناس اور ہر دو حدیث فانصتوا اور آنے والی احادیث مع آثار صحیحہ کثیرہ صحابہ سے بالاجماع حدیث عبادہ بن صامت اگرچہ بہت طریقوں سے ثابت ہو منسوخ ہے اور اس کا عکس ممکن نہیں کیونکہ عدم قرأت کی حدیثیں اسانید محکم اور نص قرآنی کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں۔ ترمذی کی حدیث جو محمد بن اسحاق بن یسار سے مروی ہے کا جواب یہ ہے کہ

محمد بن اسحاق ضعیف ہے ۔ حدیث یہ ہے ۔

عن عبادۃ بن الصامت قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القراءۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤن وراء امامکم قال قلنا یا رسول اللہ ای واللہ قال لاتفعلوا الا بام القرآن فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأبھا ۔ انتھی ۔ اس کا ترجمہ احادیث بالا سے ظاہر ہے ۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس حدیث کی اسناد میں محمد بن اسحاق بن یسار راوی واقع ہے اور وہ مختلف فیہ ہے اور اصول احادیث کے موافق قابل سند نہیں کیونکہ یحی قطان محمد بن اسحاق کے حق میں لکھتے ہیں اشھد ان محمد بن اسحاق کذاب ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق بہت جھوٹا ہے اور یحی قطان کو تمام آئمہ حدیث قابل سند تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جس کو یحی قطان چھوڑ دے ہم بھی چھوڑ دیں گے اور اسی طرح سلیمان بن تیمی بھی اس کو کذاب لکھتے ہیں ۔ نیز امام مالک نے اس کو دجال کہا ہے جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے اور دارقطنی کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاسکتی اور نسائی کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے ۔ مگر یہاں فقط یحی قطان کی دلیل کافی ہے کیونکہ ان کی جرح مفصل ہے اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی شخص کی کچھ تعدیل کریں اور کچھ اس پر جرح کریں تو تعدیل پر جرح کو ترجیح ہوگی بشرطیکہ جرح کرنے والا معتمد مستند اور جرح کے اسباب کی پہچان رکھنے والا ہو اور جرح بھی تفصیل کے ساتھ بیان کرے جیسا کہ کہتے ہیں کہ فلاں کذاب ہے یا دجال ہے وغیرہ ۔ اور اگر ایسے شخص کے بارے میں جو مختلف فیہ

ہو جرح کو مبہم چھوڑ دے تو مقبول نہیں ہو گی۔

كما قال الحافظ ابن حجر في شرح نخبة الفكر والجرح مقدم على التعديل واطلق ذلك جماعة ولكن محله ان صدر مبينا من عارف باسبابه لانه ان كان غير مفسر لم يقدح فيمن ثبت عدالته وان صدر من غير عارف بالاسباب لم يعتبر به ايضا۔

حافظ ابن حجر شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور اس امر کو ایک جماعت نے عام رکھا ہے لیکن محل اور موقع اس کا یہ ہے کہ اس جرح مفسّر کا صدور ایسے شخص سے ہو جو اسباب جرح کو جاننے والا ہے اور اگر مفسّر ایسے شخص کے حق میں نہیں جس کی عدالت ثابت ہو تو کوئی چیز مضر اور قادح نہ ہو گی اور اگر اس جرح کا صدور اسی شخص سے ہو جو اسباب جرح کو جاننے والا نہیں تو اس جرح کا بھی اعتبار نہ ہو گا۔ حوالہ ختم ہوا۔

مگر یحیی قطان تو ان لوگوں سے ہیں جو اسباب جرح کی تعریف کے گویا مالک ہیں جیسا کہ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں۔

قال ابراهيم بن محمد التيمي ما رأيت اعلم بالرجال من يحيى القطان۔

ابراہیم تیمی نے کہا کہ میں نے یحیی قطان سے زیادہ لوگوں کو جاننے والا نہیں دیکھا۔

اور اسی میں ہے۔ امام احمد نے فرمایا! خدا کی قسم میں نے یحیی قطان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

نیز محدثین کے نزدیک مسلّم ہے کہ لفظ کذّاب جرح مفسّر ہے لہٰذا اس حدیث کا راوی محمد بن اسحاق بن یسار لامحالہ ضعیف اور غیر معتبر ہوگا اور اس سے قطع نظر تقریب میں محمد بن اسحاق کو مدلّس بھی کہا گیا ہے اور راوی کا مُدلّس ہونا ایک مستقل اور خاص عیب ہے۔

علامہ بدر الدین عینی شارح بخاری لکھتے ہیں

وفی حدیث عبادة محمد بن اسحاق بن یسار وھو مدلّس

قال النووی لیس فیہ الا التدلیس۔

تدلیس کا یہ معنی ہے کہ راوی اپنے شیخ کا نام نہ لے جس سے اس نے سُنا ہے بلکہ اس سے اوپر والے یعنی شیخ کے شیخ سے روایت کرے ایسے لفظ کے ساتھ جو موہم سماع ہو۔

نیز محدثین کے مسلمات سے ہے کہ جب مُدلّس لفظ عن کے ساتھ روایت کرے تو اس کی روایت متصل نہیں مانی جائے گی۔ حالانکہ محمد بن اسحاق کی روایت ترمذی وغیرہ میں لفظ عن کے ساتھ مذکور ہے لہٰذا اس کی یہ روایت اصول حدیث کے اعتبار سے منقطع[1] ہے اس لئے قابل حجت نہیں ہوگی چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں

المدلس اذا قال عن فلان لایحتج عند جمیع المحدثین

مع انہ قد کذبہ مالک وضعفہ احمد وقال لایصح الحدیث عنہ

وقال ابوزرعة الرازی لایقضی لہ بشیٔ۔

ترجمہ:۔ مدلّس جس وقت عن فلان کے لفظ سے روایت کرے تو اس کی حدیث تمام محدثین کے نزدیک قابل حجت نہیں باوجودیکہ محمد بن اسحاق کو امام

[1]:۔ منقطع وہ حدیث ہوتی ہے جس کی اسناد میں ایک یا ایک سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔

مالک نے دروغ گو کہا ہے اور امام احمد نے ضعیف کہا اور فرمایا کہ اس سے حدیث لینا صحیح نہیں ہے اور ابو زرعہ رازی نے کہا کہ اس کی کسی چیز کا کوئی اعتبار نہیں۔

عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنے والوں پر صد افسوس ہے کہ نص قرانی اور احادیثِ صحیحہ کو پس پشت ڈال کر ایسی کمزور اور متروکۃ العمل احادیث کو اپنا معمول بنالیا ہے اور وہ تمام سیکونن بین یدی الساعۃ الدجال و بین یدی الدجال کذابون ثلثون او اکثر و قلنا ما آیاتهم قال ان یاتوکم بسنۃ لم تکونوا علیها لیغیروا بها سنتکم و دینکم [1] کا مصداق ہو کر ائمہ دین متین پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

حدیثِ مدعیاں و خیال ہمکاراں — ہماں حکایتِ زردوز و بوریا باف است

حکما کے قول سے بے خبر ہیں۔

بر بلنداں سخن لبوی خوداست — تُف لبوی فلک بروی خود است

طرفہ تر یہ ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرتے ہیں اور ایک ایک حدیث کے عوض سو شہید کا ثواب پاتے ہیں۔

لاف دانش گر زند پیوستہ ناداں دور نیست

خفتہ دائم خویش را بیدار می بیند بخواب

منقول ہے کہ ایک شخص نے وضو کی دعائیں اور اذکار یاد کئے جس وقت استنجا کرنے کے لئے بیٹھا۔ مقام استنجا پر پانی ڈالتے وقت پڑھنے لگا اللّٰھم ارحمنی

[1]: قیامت سے پہلے ضرور دجال ہوگا اور دجال سے پہلے تیس یا زیادہ کذاب ہونگے ہم نے عرض کی انکی نشانیاں کیا ہیں؛ فرمایا تمہارے پاس ایسے طریقے کے ساتھ آئیں گے جس پر تم نہیں ہوگے تاکہ اس کے ساتھ تمہارے طریقے اور دین کو تبدیل کریں۔

رائحة الجنة ۔ حاضرین میں سے کسی نے اسے دیکھا تو کہا کہ ہر چند اس دُعا کا پڑھنا سوراخ میں پانی ڈالتے وقت مستحب ہے مگر وہ سوراخ یہ نہیں ہے جو تُو دھو رہا ہے بلکہ وہ ناک کا سوراخ ہے ؎

از پئے سوراخ بینی رست گل ۔ بو وظیفہ بینی آمد اے عتل
بوئے گل بہر مشام است اے دلیر ۔ جائے آں بو نیست ایں سوراخ زیر
کے ازینجا بوئے خلد آید ترا ۔ بو ز موضع جو اگر باید ترا
رائحہ از بینی خود یافت حُر ۔ رائحہ بینی کے آید از دُبر

اے مدعیان عمل بالحدیث فلہ اجر مائة شہید کا محل پہچانو اور ہر سوراخ کو اللھم ارحنی من رائحة الجنة کا محل نہ بناؤ ۔

بے بصیرت را نباشد در حق و باطل تمیز ۔ کو یک داند عصائے سحر و اعجاز کلیم

اے گروہ نجدیہ مُحدثہ طرفہ تر یہ ہے کہ بحکم برعکس نہند نام زنگی کافور ایک چیز کا دعویٰ کیا جاتا ہے جو بالکل مخالف آتا ہے ؎

حسنؓ ز بصرہ بلالؓ از حبش صہیبؓ از روم
ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

الغرض

عن عمران بن حصین قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰة الظھر او العصر فقال ایکم قرأ خلفی بسبح اسم ربک الاعلیٰ فقال رجل انا ولم ارد بھا الا الخیر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیھا رواہ مسلم ، والو حنیفة الا ان ابا حنیفة قال خالجنی القرأت بدل خالجنیھا ۔

ترجمہ:۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو پوچھا کہ تم سے کس نے میرے پیچھے سورۃ سبح اسم ربک الاعلی پڑھی؟ ایک شخص نے کہا کہ میں نے پڑھی اور میں نے اس سے خیر کے سوا اور کوئی ارادہ نہیں کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، تحقیق میں نے جانا کہ تم میں سے بعض نے میری قرآت میں خلجان ڈالا ہے۔

نیز عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظہر فجعل رجل یقرأ خلفہ بسبح اسم ربک الاعلی الذی فلما انصرف قال ایکم القاری قال رجل انا قال قد ظننت ان بعضکم خالجنیھا رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی والطحاوی۔

ترجمہ:۔ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھی تو ایک آدمی نے آپ کے پیچھے سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنا شروع کیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم میں سے قاری کون ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ میں پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تحقیق میں نے گمان کیا کہ کچھ تم سے میری قرآت میں خلجان ڈالتے ہیں۔

منصف المزاج آدمی کے لئے ان دلائل میں سے ایک بھی کافی ہے اور مکاروں کے لئے دلائل کے دفتر بھی بے کار اور کھوٹی پونجی ہے۔

خموش حافظ و این نکتہاء چوں زر سرخ - نگاہدار کہ قلاب شہر صراف است

قرآت خلف الامام کے ترک پر تیسری دلیل

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدُ اللہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ

كَانَ لَهُ امام فَقِراءَۃُ الاِمَامِ لَهُ قِراءَۃٌ رواہ الطحاوی بالاَسَانِيدِ المتعَدِدَۃِ۔

ترجمہ:۔ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

اس حدیث کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں مسلم کی شرط پر اور احمد بن منیع نے بھی اپنے مسند میں شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر نیز عبد بن حمید نے اپنی کتاب میں مسلم کی شرط پر روایت کیا چنانچہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں اور ابوحنیفہ نے فرمایا۔

حَدَّثَنَا اَبُوالْحَسَنِ مُوسَى بنُ اَبِي عَائِشَۃَ عَنْ عَبْدُاللّٰہِ بنُ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرِ بنْ عَبْدِ اللّٰہِ الانصاریْ عَنِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی خلفَ الامام فَاِنَّ قِرَاءَۃِ الاِمَام لَهُ قِرَاءَۃٌ۔

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ یہ حدیث شیخین کی شرط پر ہے۔

اور امام محمد اپنے موطا میں لکھتے ہیں۔

اَخْبَرَنِی ابوحنیفہ قال اَخْبَرَنَا اَبُوالْحَسَنَ مُوسَی بْنُ عَائِشَۃ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بن شَدَّادٍ عَنْ جَابِرِ بن عَبْدِ اللّٰہِ عن النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہُ قَالَ مَنْ صَلّٰی خلف الاِمَامِ فَقِرَاءَۃ الاُمَامِ لَهُ قِرَاءَۃٌ اور یہ حدیث شرط شیخین کے مطابق صحیح ہے۔

نیز امام محمد لکھتے ہیں اخبرنا اسرائیل بن یونس قال حدثنی موسی

بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد قال ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للناس فی العصر فقراء رجل خلفہ فغمزہ الذی یلیہ فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدامک وکرھت ان تقرا خلفہ فسمعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔

اس حدیث کو حاکم وطحاوی والوبکر بن ابی شیبہ اور ابوحنیفہ نے اسناد صحیح کے ساتھ جابر بن عبداللہ سے روایت کیا۔

ترجمہ:۔ آنحضرت علیہ السلام نے نماز عصر میں لوگوں کی امامت کی تو ایک آدمی نے آنحضرت علیہ السلام کے پیچھے قرات کی اسے اس شخص نے منع کیا اشارے کے ساتھ جو اس کے قریب تھا جس وقت وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو کہنے لگا تُو نے مجھے کس وجہ سے منع کیا۔ اس نے کہا تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری امامت کی تو میں نے آپ کے پیچھے تیرا پڑھنا مکروہ جانا۔ حضور علیہ السلام نے یہ سُنا تو فرمایا! جس کا امام ہو تو بے شک امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ رواہ الطحاوی۔

وعن عبداللہ بن مقسم انہ سال عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت وجابر بن عبداللہ فقالو لاتقرا خلف الامام فی شیئ من الصلوات رواہ الطحاوی بالاسناد الصحیح۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مقسم سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر، زید بن

ثابت (کاتب الوحی) اور جابر بن عبد اللہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے نہ پڑھ ۔

وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام فقراءة الامام له قراءة" رواہ ابن ماجة ۔

اسی لئے علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا کہ حدیث من کان له امام کو صحابہ کبار کی ایک جماعت روایت کرتی ہے جن میں جابر بن عبد اللہ، ابن عمر، ابو سعید خدری و ابو ہریرہ و ابن عباس اور انس بن مالک رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین شامل ہیں۔

قرأت خلف الامام سے اسی صحابہ منع کرتے ہیں جن میں حضرت علی، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں

اتنے جلیل القدر صحابہ کا اتفاق کرنا بمنزلہ اجماع ہے اور اسی کثرت کے اعتبار سے صاحب ہدایہ نے کہا کہ اس بات پر صحابہ کا اجماع منعقد ہوا کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے ۔

عبد اللہ بن زید بن اسلم اپنے باپ زید سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کے دس نفر لوگوں کو سختی کے ساتھ قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے اور وہ ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان بن عفان و علی بن ابی طالب و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و عبد اللہ بن مسعود و زید بن ثابت و عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین والحقنا بذلک الصالحین ۔

(حوالہ ختم ہوا)

امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے رسالہ مبداء ومعاد میں لکھتے ہیں کہ از مدتے آرزوی آں داشت کہ وجہے پیدا شود در مذہب حنفی تا در خلف امام قرأت فاتحہ نمودہ آید اما بواسطہ رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحاد ست حقیت مذہب حنفی در ترک قرأت ماموم ظاہر ساخت وقرأت حکمی از قرأت حقیقی در نظر بصیرت زیباتر نمود۔ انتھی۔

ترجمہ: مدت سے آرزو تھی کہ مذہب حنفی میں کوئی ایسی وجہ پیدا ہو تاکہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی جائے۔ مگر مذہب کی رعایت کے واسطے کیونکہ مذہب سے بدل جانا الحاد ہے۔ مذہب حنفی کا حق ہونا مقتدی کی قرأت ترک کرنے میں ظاہر کیا اور قرأت حکمی بصیرت کی نگاہ میں قرأت حقیقی سے زیادہ بہتر نظر آئی۔

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق مذہب سے منتقل ہونا الحاد ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مذہب تبدیل کرنے سے اپنی پناہ میں رکھے۔

عبادہ بن صامت کی حدیث کا جواب | مسلم وغیرہ میں

عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا اور ہمارے زمانہ کے لامذہب اس کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بغیر فاتحہ کے کسی کی نماز جائز نہیں سری ہو یا جہری دو طریقوں سے مدفوع ہے۔

طریق اوّل | یہ ہے کہ اس حدیث اور اس جیسی دوسری حدیثوں کا حکم عام نہیں تاکہ مقتدی کو بھی شامل ہو بلکہ امام اور منفرد اور ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو منفرد کے حکم میں ہوں۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ جلیل القدر صحابی

اور امام احمد بن حنبل اور دوسرے محققین علماء اسی کے قائل ہیں۔

ترمذی کہتے ہیں وَاَمَّا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ فَقَالَ مَعْنٰی قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اِذَا کَانَ وَحْدَہٗ وَاحْتَجَّ بِحَدِیْثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ حَیْثُ قَالَ مَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ اَحْمَدُ فَھٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَاَوَّلَ قَوْلَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اَنَّ ھٰذَا اِذَا کَانَ وَحْدَہٗ۔

ترجمہ: امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا معنی یہ ہے کہ جس وقت اکیلا نماز پڑھے اور انہوں نے حضرت جابرہ کی حدیث کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ کسی نے بغیر فاتحہ کے ایک رکعت بھی پڑھی تو اس کی نماز نہ ہو گی مگر جس وقت کہ امام کے پیچھے ہو۔ امام احمد نے فرمایا کہ جابرہ بن عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو منفرد پر حمل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تکفیک قراءۃ الامام۔ امام کی قرأت تجھے کافی ہے۔

نیز عبداللہ مسعود نے بھی جواب میں یونہی فرمایا۔ سَیَکْفِیْکَ ذَاکَ الْاِمَامُ۔

طریق دوم احادیث من کان الخ سے معلوم ہوا کہ امام کی قرأت مقتدیوں کی قرأت ہے لہذا یہ صحیح حدیثیں لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا کی تفسیر اور بیان ہوں گی اس طرح کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا صلوٰۃ الخ اور اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی اور غیر مقتدی سب پر لازم ہے اور اس کے بعد فرمایا من صلّٰی خلف الامام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ اور اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کا پڑھنا ہر چند کہ ضروری ہے مگر عام ازیں کہ حقیقتاً ہو یا حکماً۔ لہٰذا امام کی قرأت بعینہٖ مقتدیوں کی قرأت ہے اور یہ دونوں جواب مخالف کا قول تسلیم کر لینے کے بعد ہیں ورنہ تحقیقی جواب وہ ہے جو پہلے مذکور ہوا۔

الغرض اس تحقیق سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اور خود قرأت نہ کرے وہ شخص نص قرآنی فَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ نیز حدیث لا صلوٰۃ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا نیز حدیث مَنْ کَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ اور اجماع امت پر عامل ہے اور وہ ایک رکعت میں فاتحہ کا عدم تکرار ہے نیز اس کا ترکِ واجب سے محفوظ رہنا اور وہ ہر رکعت میں ایک بار فاتحہ پڑھنے پر اکتفا کرنا ہے۔

نیز نصوص قرآنیہ و احادیث نبویہ اور مسائل اجماعیہ میں کسی کو بھی ترک نہ کیا مگر عبادہ بن صامت کی حدیث جس کی تحقیق کما حقہٗ تم نے معلوم کر لی اور جو لوگ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور خود بھی قرأت کرتے ہیں، تمام حالات

اور کیفیات مذکورہ کے الٹ کرتے ہیں۔ باوجود عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنے کے اپنے نفس کی مقتضیات کے حاصل کرنے کی خاطر تمام نصوص مذکورہ کے مُنکر ہو جاتے ہیں۔

سوال:۔ اگر کہا جائے کہ آیت فاقرؤا ما تیسّر مِنَ القرآنِ سے صاف ظاہر ہے کہ مقتدی کو بھی قدرے قرآت کا پڑھنا لازم ہے اور وہ فاتحۃ الکتاب ہے جیسا کہ عبادہ کی حدیث میں مروی ہے۔

جواب:۔ میں کہتا ہوں کہ مقتدی بموجب حدیث فان قرأۃ الامام لہٗ قراءۃ، قرآت کرتا ہے اور اگر خود بھی فاتحہ کی قرآت کی تو اس کا تکرار لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں ہے۔

سوال:۔ حضور علیہ السلام کا قول قراءۃ الامام لہ قراءۃ آیت فاقرؤا کے معارض ہے اور آیت کو خبر واحد کے ساتھ چھوڑ دینا جائز نہیں۔

جواب:۔ میں کہتا ہوں کہ مقتدی کو امام کی قرآت سے پڑھنے والا قرار دیا گیا ہے ترک آیت کہاں ہے جیسا کہ علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں کہا۔

فَاِنْ قُلْتَ قَوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ مُعَارِضٌ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی فَاقْرَؤُا فَلَا یَجُوْزُ تَرْکُہٗ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ قُلْتُ جُعِلَ الْمُقْتَدِیْ قَارِئًا بِقِرَاءَۃِ الْاِمَامِ فَلَا یَلْزَمُ التَّرْکُ۔ انتھی۔

الغرض جو مقتدی بموجب آیت واذا قرئ القرآن اور احادیث صحیحہ مذکورہ فقراءۃ الامام کے ساتھ ساکت ہے بعینہٖ آیت فاقرؤا ما تیسّر من القرآن پر عامل ہے۔

اس تقریر سے صاف معلوم ہو گیا کہ دونوں آیتوں کے درمیان تعارض نہیں ہے کیونکہ ہر ایک آیت اپنے محل میں اپنے حکم پر ثابت و باقی ہے لہذا بعض لوگوں کا ہر دو آیتوں کو عوام کے فریب دینے کے لئے باہم معارض کر کے ساقط کرنا الغو محض ہے کیونکہ تمام امت کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ دو کلاموں کے درمیان جب تعارض واقع ہو تو حتی الامکان اس کو دور کیا جائے گا نہ یہ کہ دونوں کو ساقط کر دیں گے طرفہ تر یہ ہے کہ جب مدعیان عمل بالحدیث کے پاس حنفیوں کے مقابلہ میں کوئی دلیل نہ رہی تو بحکم ؎

کس نیاید بخانہ درویش ۔ کہ خراج زمین و باغ بدہ

ان احادیث سے جو حنفیوں کا مستدل ہیں صاف انکار کر دیتے ہیں کہ ان کو ہم کہاں تسلیم کرتے ہیں ان کو بخاری و مسلم نے نقل نہیں کیا ہے۔
کیا ان کی اصطلاح میں عمل بالحدیث اسی کا نام ہے کہ ضعیف حدیث کو معمول بہ بنا کر سینکڑوں دوسری حدیثوں سے انکار کر دیں جو ان سے زیادہ صحیح ہیں۔ اس بارے میں ہم ان کے حال کے مناسب ایک حکایت پر اکتفا کرتے ہیں اور بس۔ حکایت

ایک امیر اپنے ایک نوکر کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے لئے باہر چلا گیا۔ اتفاقاً گھوڑا دوڑاتے وقت وہ امیر نیچے گر گیا۔ اس کی آنکھوں پر شدید چوٹ لگی۔ نوکر نے فی الفور اس کا سر تن سے جدا کیا اور اس کے دولت سرا میں پہنچایا اور کہنے لگا کہ الحمد للہ میں آقا کے ہمراہ تھا ورنہ گرنے کے صدمہ سے ان کی دونوں آنکھیں چشم خانہ سے باہر ہو جاتیں۔

ز بخشم اگر عالمے پر غرست — مگر زاں کسی کا دمی پیکر ست

نعوذ باللہ الکریم من ھذا الشر العظیم والجھل الجسیم

لطیفہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں ایک علمی لطیفہ ذکر کیا ہے کہ امام اعظمؒ کی خدمت میں اہلِ مدینہ کی ایک جماعت حاضر ہوئی تاکہ قرأت خلف الامام کے بارے میں ان سے مناظرہ کریں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے ان کو فرمایا کہ تم سب کے ساتھ تو بیک وقت مناظرہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ضرور مناظرہ کرنا ہے تو اپنی جماعت کے بڑے عالم اور فقیہ کو مناظر مقرر کرو۔ انہوں نے ایک آدمی کو مقرر کیا۔ امام اعظمؒ نے پوچھا کہ تمہارا بڑا عالم یہی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا کہ ان پر الزام تم پر الزام ہوگا۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو امام اعظم نے فرمایا کہ یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ ان سب نے کہا کہ ہم اس کے امام ہونے پر راضی ہیں اور اس کا بولنا ہمارا بولنا ہے۔ امام اعظم نے فرمایا کہ پھر جھگڑا کس چیز میں ہے۔ میں بھی تمہاری بات تسلیم کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ جس وقت میں نماز کے لئے کسی کو اپنا امام بناؤں تو اس کی قرأت میری قرأت ہے اس کا پڑھنا میرا پڑھنا ہے۔ پس وہ تمام جاہل و عالم اقرار کر کے شرمندہ ہوئے۔

قطعہ (مؤلف)

خالق چوں دو گوش و یک زبانت دادہ — سر لیست نہاں دریں تو گر میدانی
یعنی کن عمل بصنع خالق — دو را گوش کن اگر یکے شنوانی

قرآت خلف الامام کے ترک پر آثار صحابہ سے چوتھی دلیل

(۱) جابر بن عبداللہ نے فرمایا مَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ وَرَاءَ الامام ۔ رواہ الامام مالک والامام محمد و ابوبکر بن ابی شیبہ والطحاوی والترمذی وقال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح ۔ یعنی کسی نے ایک رکعت ادا کی اور اس میں فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز نہ پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

(۲) عبداللہ بن مقسم سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا لَا تقراء خلف الامام فی شئی من الصلوات ۔ رواہ الطحاوی ۔

(۳) عبداللہ بن مقسم سے روایت ہے کہ جابر نے مجھے فرمایا ۔ لاتقرأ خلف الامام ۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ ۔

(۴) عطاء بن یسار سے روایت ہے اَنَّہٗ سَاَلَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَۃِ فَقَالَ لَا قِرَاءَۃَ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ رواہ مسلم والنسائی وابوبکر بن ابی شیبہ

(۵) نیز عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے زید بن ثابت سے سنا کہ فرماتے تھے لَا تَقرأ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ رواہ الطحاوی ۔

(۶) سالم سے مروی ہے کَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یَقرأُ خَلْفَ الْاِمَامِ ۔ رواہ الامام محمد یعنی ابن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے ۔

(۷) نافع سے روایت ہے اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ کَانَ اِذَا سُئِلَ ھَلْ

يَقْرَأُ اَحَدٌ خَلْفَ الْاِمَامِ يَقُوْلُ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ وَ اِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ رواہ الامام مالک والامام محمد و ابوبکر بن ابی شیبہ والطحاوی وغیرہ۔

تحقیق عبداللہ بن عمر سے جب پوچھا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت پڑھے تو فرماتے اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے اور جس وقت نماز تنہا ادا کرے تو قرأت کرے اور نافع نے کہا کہ عبداللہ بن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(۸) ابراہیم نخعی سے مروی ہے ان عَبْدَ اللهِ بْنَ مسعود لم يَقْرَأْ خَلْفَ الْاِمَامِ لَا فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وَلَا فِیْ غَيْرِهِمَا رواہ ابو حنیفہ۔

تحقیق عبداللہ بن مسعود امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ ان کے سوا۔

(۹) علقمہ سے روایت ہے اِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ لَا فِيْمَا يُجْهَرُ فِيْهِ وَلَا فِيْمَا يُخَافَتُ فِيْهِ لَا فِی الْاُوْلَيَيْنِ وَلَا فِی الْاُخْرَيَيْنِ رواہ الامام محمد فی مؤطاہ یعنی نہ جہری نماز میں قرأت کرتے تھے اور نہ سری نماز میں۔

(۱۰) ابراہیم سے مروی ہے انہ لم يَقْرَأْ خَلْفَ الْاِمَامِ حَرْفًا لَا فِيْمَا يُجْهَرُ فِيْهِ وَلَا فِيْمَا لَا يُجْهَرُ فِيْهِ وَلَا بِاُمِّ الْكِتَابِ وَلَا غَيْرِهِ وَلَا اَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ جَمِيْعًا۔

(۱۱) ابو جمرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا قلت لابن عباس أقرأُ وَالإمامُ بَیْنَ یَدَیَّ فقَالَ لَا۔ رواہ الطحاوی۔
میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ جس وقت امام میرے آگے ہو تو کیا میں قرأت کروں تو فرمایا نہ۔
ابو درداء سے روایت ہے انہوں نے کہا اُرٰی أنَّ الإمَامَ إذَا أمَّ القَوْمَ فَقَدْ کَفَاهُم۔ رواہ النسائی۔
میرا اعتقاد یہ ہے کہ جب امام قوم کی امامت کرے تو وہ ان کے لئے کافی ہے یعنی ان کو حاجت نہیں۔
علامہ عینی کی روایت دلیل سوم میں گزری اور کفایہ، کافی، نہایہ، شرح وقایہ اور عنایہ میں ہے وَمَنْعُ المُقتَدِی عَنِ القِرَاءَةِ مَاثُورٌ مِنْ ثَمَانِیْنَ نَفَرًا مِنْ کِبَارِ الصَّحَابَةِ۔
یعنی مقتدی کو قراءت سے منع کرنا ۸۰ کبار صحابہ سے منقول ہے۔
اسی لئے امام سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلیٰ مَنْعِ القِرَاءَةِ خَلْفَ الإمَامِ کما ذکرہ فی فتحِ القَدِیْرِ۔ نیز صاحب ہدایہ فرماتے ہیں وَعَلَیْهِ اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ اور یہی مذہب امام اعظم ابو حنیفہ و امام ابو یوسف امام محمد، اسود، علقمہ، عمر بن میمون، سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری اور عامر شعبی کا ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

گر ہمیں خواہی کہ باشی از گروہ مومنین
از تعصب دور شو حق را بچشم دل ببیں

تیسری فصل ان لوگوں کی وعید کے بیان میں جو امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں۔

(۱) کفایہ، کافی، عنایہ اور نہایہ میں ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ یُمْلَأُ فِیْ فِیْہِ جَمْرَۃٌ۔
جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کا منہ انگارے سے بھرا جائے۔

(۲) علی بن ابی طالب سے روایت ہے اَنَّہٗ قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَیْسَ عَلَی الْفِطْرَۃِ رواہ الطحاوی۔
یعنی جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ سنّت پر مقیم نہیں۔

(۳) نیز علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَدْ اَخْطَأَ الْفِطْرَۃَ رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ۔

(۴) سعید بن ابی وقاص سے روایت ہے اَنَّہٗ قَالَ وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فِیْہِ جَمْرَۃٌ۔ رواہ الامام محمد ابوبکر بن ابی شیبہ وعبد الرزاق۔
سعید بن ابی وقاص جو عشرہ مبشرہ سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت پڑھتا ہے۔ میں پسند کرتا ہوں جو اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(۵) علقمہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا۔ لَیْتَ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِئَ فُوْہُ تُرَابًا۔ رواہ الطحاوی
کاش! جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔

(۶) ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ علقمہ نے کہا لَاَنْ اَعَضَّ عَلٰی جَمْرَۃٍ

رَحَبتُ اِلَیَّ مِنْ اِنْ اَقْرَأَ خَلْفَ الْاِمَام رواہ الامام محمد فی الموطا۔
یعنی مجھے انگارہ منہ میں چبانا امام کے پیچھے قرأت کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۷) اسی طرح ابوبکر بن ابی شیبہ نے اسود سے روایت کیا ہے۔

(۸) محمد بن عجلان سے روایت ہے اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ فِیْ فَمِ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ حَجَرًا رواہ الامام محمد
حضرت عمر نے فرمایا کاش! جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ پتھر سے پُر ہوتا۔

(۹) زید بن ثابت سے مروی ہے قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ۔ رواہ الامام محمد و ابوبکر بن ابی شیبہ۔
زید بن ثابت (کاتب الوحی) نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں۔

(۱۰) مالک بن عمارہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا لَا اَدْرِیْ کَمْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّھُمْ یَقُوْلُوْنَ لَا یُقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ۔
تحقیق میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کتنے مرد فرماتے تھے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔

(۱۱) شعبی سے روایت ہے اَنَّہٗ قَالَ اَدْرَکْتُ سَبْعِیْنَ بَدْرِیًّا کُلُّھُمْ عَلٰی اَنَّہٗ لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ۔ ذکرہ امکرمانی۔
یعنی میں نے ان ستّر صحابہ کو پایا جو جہاد بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ شریک تھے۔ سب کا یہ اعتقاد تھا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔

میں کہتا ہوں کہ سابقہ تمام وعیدوں سے اس حدیث والی وعید زیادہ شدید ہے کیونکہ ان لوگوں کی مخالفت کرنا جن کے فضائل اور اوصاف مالک العلام کے کلام ہدایتِ نظام میں موجود ہیں اپنے آپ کو گمراہی کے گہرے کنوئیں میں ڈالنا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

(۱۲) ابراہیم نخعی سے روایت ہے اَنَّهٗ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ رَجُلٌ اُتُّهِمَ رواہ محمد قِیْلَ هُوَ مَرْوَانُ کَمَا فِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ

بے شک ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ پہلا وہ شخص جس نے امام کے پیچھے قرأت کی ایک تہمت زدہ آدمی تھا۔ بعض شارحین نے کہا کہ وہ شخص مروان تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ مروان سے بڑی بڑی برائیاں واقع ہوئی تھیں مثلاً حضرت عثمان کا شہید ہونا اور صحابہ کے درمیان جنگ عظیم کا ہونا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسی طرح مروان کی ذریات اور متبعین جنہوں نے ہمارے زمانہ میں خروج کیا ہے اپنے قدم کو اپنے اصل کے قدم پر رکھ کر جو کہ مروان ہے مسلمانوں کے درمیان بڑے مفاسد اور بے انتہا خرابیاں پھیلا رہے ہیں۔

اے ذریات مروان خدا کے لئے ان حرکات سے باز آجاؤ اور تھوڑا سا قیامت کے دن کا فکر کرو کیونکہ تمام اعمال اور مکائد کی سزا رب العالمین کے پاس پائی جاتی ہے۔

تو مشو مغرور از حلمِ خدا ۔ سخت گیرد دیر گیرد مر ترا

ان بطش ربک لشدید۔

الخطاط

شاہین مارکیٹ ملتان

محمد یعقوب خاں سہروردی

۶۸، کریم پارک - بلاک ۲ - کچا راوی روڈ - [illegible]